# پاکستان کے دینی مدارس: قومی تعلیمی پالیسیوں کے تناظر میں تجزیاتی مطالعہ

*ڈاکٹر محمد کاشف شیخ

**ڈاکٹر سمیع اللہ زبیری

## ABSTRACT

*One of the problems that Pakistan was facing at the time of the formation was the low literacy rate of education. British imperialism had left the Muslim majority areas to be backward in many respects, especially in the education sector. Immediately after the formation of Pakistan, steps were taken under the leadership of Quaid-e-Azam to create unity in the field of education, including the establishment of the first National Education Conference. Religious Seminaries play a significant role in the education system and bringing religious seminaries into the national mainstream has been an important point of educational policies nationwide. With the passage of time, the number of Madrassas continues to increase and their social impact is not easy to ignore. In this regard, it is important to review the National Educational Policies that have been formulated at the national level focusing on Madrassas reforms and their impact on the Madrassa system and how can it be improved.*

**Keywords:** Religious Seminaries, Pakistan, National Educational Policies, Madrassa System.

تعارف:

قیام پاکستان کے وقت ملک جن مسائل ومشکلات سے دوچار تھا ان میں ایک مسئلہ پاکستان میں فروغ تعلیم کا بھی تھا۔ برطانوی سامراج نے مسلم اکثریتی علاقوں کو کئی حوالوں سے بالخصوص تعلیم کے لحاظ سے پسماندہ رہنے دیا تھا۔اس کے علاوہ ملک کو جو مسائل برطانوی س امراج سے ورثے میں ملے ان میں مختلف ا نواع ہی نہیں بلکہ باہم متضاد نظام تعلیم کا وجود بھی تعلیم کے حوالے سے مسائل کی ایک بڑی وجہ رہا ہے۔ قیام پاکستان کے فوری بعد تعلیم کے میدان میں وحدت پیدا کرنے کے لئے قائد اعظم کی قیادت میں اقدامات کا آغاز کیا گیا تھا جن میں پہلی قومی تعلیمی کانفرنس کا قیام بھی شامل ہے۔ پاکستان کے تعلیمی نظام میں دینی مدارس کا نمایاں حصہ ہے اور دینی مدارس کو قومی دھارے میں لانا تعلیمی پالیسیوں کا اہم نکتہ رہاہے۔ وقت گزرنے کے ساتھ مدارس کی تعداد میں مسلسل اضافہ

* (اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علومِ اسلامیہ، فیکلٹی آف سوشل سائنسز، رفاہ انٹرنیشنل یونیورسٹی، اسلام آباد)

** (اسسٹنٹ پروفیسر، کلیہ عربی وعلوم اسلامیہ، علامہ اقبال اوپن یونی ورسٹی، اسلام آباد)

نوٹ کیا جارہا ہے اوران کے معاشرتی اثرات کو بھی نظر انداز کرنا آسان نہیں اس سلسلے میں یہ جائزہ لیناضروری ہے کہ قومی سطح پر جو پالیسیاں ترتیب دی جاتی رہی ہیں ان کے حوالے سے پاکستان کے دینی مدارس کی کیا کیفیت ہے اور اس میں کس طرح بہتری لائی جاسکتی ہے۔

ایک رپورٹ کے مطابق آزادی کے وقت ۸۵ فی صد آبادی ناخواندہ افراد پر مشتمل تھی اور یہ صورتحال بلوچستان جیسے پسماندہ صوبے میں اس سے بھی زیادہ قابل رحم حد تک خراب تھی۔[۱] ناخواندگی سے بڑھ کر دوسرا بڑامسئلہ پاکستان میں نظام تعلیم میں پائی جانے والی ثنویت (Duality)اور تفریق(Division)کا تھا۔بحیثیت ایک نظریاتی قوم ہمارا نظام تعلیم یکساں اور طبقاتی تفریق سے پاک ہونا چاہیے تھا لیکن ہمارے محدود خواندہ اور لامحدود ناخواندہ طبقات کی تعلیم کے لیے کئی تعلیمی نظام رائج تھے۔یہ مسئلہ فی الحقیقت برطانوی سامراج سے ورثے میں ہمیں ملا تھا۔ہم پر ایسا نظام تعلیم مسلط کیا گیا تھا جس کا مقصد لارڈ میکالے کے الفاظ میں:

"Education is to form a class of people , Indian in Blood and color but British in taste and opinion"

تھا۔یعنی ان کے نظام تعلیم کا مقصد ایسے افراد تیار کرنا تھا جو رنگ ونسل کے اعتبار سے توہندوستانی ہوتے لیکن مزاج اور نظریے کے اعتبار سے برطانوی ہی ہوتے۔آزادی کے فوری بعد بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناحؒ نے فروغ تعلیم اور نظام تعلیم کی جانب ترجیحی بنیادوں پر توجہ مبذول کی۔ان کے حکم پر نومبر ۱۹۴۷ء میں پہلی قومی تعلیمی کانفرنس منعقد کی گئی۔کانفرنس میں قائداعظمؒ نے اپنے پیغام کے ذریعے تعلیمی میدان میں درپیش فوری نوعیت کے چیلنجوں سے نمٹنے کی حکمت علمی بیان کی۔پاکستان میں تسلسل کے ساتھ نومبر ۱۹۴۷ء کی پہلی تعلیمی کانفرنس کے بعد کئی تعلیمی کمیشن قائم کیے گئے، تعلیمی پالیسیاں تشکیل دی گئیں، پانچ سالہ تعلیمی منصوبے پیش کیے گئے۔

## قومی تعلیمی کانفرنس ۱۹۴۷ء(National Educational Conference1947)

نومبر ۱۹۴۷ء میں جبکہ پاکستان قائم ہوئے ابھی تین سال ہی گزرے تھے کہ قائداعظم محمد علی جناح کے حکم پر کراچی میں تعلیمی کانفرنس منعقد کی گئی۔قائداعظم بوجوہ اس کانفرنس میں شرکت نہ کرسکے لیکن انہوں نے اس کانفرنس کے نام اپنا تحریری پیغام بھجوایا۔اس پیغام سے نوزائیدہ اسلامی ریاست کے نظام تعلیم کی تشکیل کے لیے رہنما اصول اخذ کیے جاسکتے ہیں۔پہلی تعلیمی کانفرنس کی سفارشات میں واضح طور پر یہ بات شامل کی گئی تھی:

"The education system in Pakistan should be inspired by Islamic Ideology , emphasizing among many of its characteristics those of universal brother hood , tolerance and justice ".[۲]

قائد اعظم نے اسلامی دنیا کے نام ور مفکر علامہ محمد اسد کو پاکستان آنے کی دعوت دی، انہیں پاکستان کی شہریت اور پاکستان کا پہلا پاسپورٹ دیا گیا۔ قائد اعظم نے ان کی سربراہی میں ایک ایسے محکمے کی بنیاد رکھی جو آئین پاکستان، قوانین اور نصاب تعلیم کو اس ملک کی روح یعنی اسلامی اساس پر مرتب کرے۔ اس محکمے کا نام Department of Islamic Reconstruction رکھا گیا۔ علامہ محمد اسدؒ نے اس ادارے کے تحت سفارشات مرتب کرنا شروع کیں۔ انہوں نے اسلامی نظام تعلیم کی تشکیل کی جانب بھی پیش قدمی شروع کر دی تھی ان کی تجویز تھی کہ جب تک مکمل اسلامی نظام تعلیم اور نصاب مرتب نہ ہو جائے، اگر تین سال کے عرصے میں بھی مرتب ہو تو اس وقت تک تمام تعلیمی ادارے بند کر دیے جائیں، کیونکہ بچوں کا فارغ بیٹھنا اس سے بہتر ہے کہ انہیں استعماری دور کے ایسے نظام تعلیم میں پڑھایا جائے جس میں ان کے مذہب، اقدار و روایات اور تاریخی شخصیات کے بارے میں منفی حقائق بتائے جاتے ہوں۔ علامہ محمد اسد نے اپنے ذمے لگے ہوئے کام کو بخوبی پایہ تکمیل تک پہنچایا لیکن ان کی تجاویز و سفارشات پر عملدرآمد کی راہیں مسدود کر دی گئیں۔(۳)

## قومی تعلیمی کمیشن ۱۹۵۹ء National Educational Commission 1959

۳۰ دسمبر ۱۹۵۸ء کو مرکزی سیکرٹری تعلیم کی سرکردگی میں قومی تعلیمی کمیشن قائم کیا گیا۔ ۵ جنوری ۱۹۵۹ء کو اس کمیشن کا افتتاح ہوا اور ۲۶/ اگست ۱۹۵۹ء کو کمیشن نے ۳۵۰ صفحات پر مشتمل اپنی رپورٹ پیش کی۔ ۱۹۵۹ء کے قومی تعلیمی کمیشن نے جو رپورٹ پیش کی، وہ دینی و ملی اعتبار سے بہت زیادہ حوصلہ افزا نہیں تھی۔ فنون لطیفہ میں موسیقی اور رقص کی تعلیم کو بھی شامل رکھا گیا تھا۔ طالبات کو ہلکی اور بھاری موٹر گاڑیوں اور ٹرک چلانے کی تربیت کی تجویز بھی دی گئی تھی، اشاروں کنایوں میں اس رپورٹ میں یہ تجویز دی گئی کہ دینی مدارس کو باقی نہ رکھا جائے۔(۴) باوجود اس کے کہ اس رپورٹ میں اسلام کے تعلیمی تصورات کو بہت زیادہ اہمیت نہیں دی گئی تھی پھر بھی اس بات کا اعتراف کیا گیا تھا کہ ہمارا نظام تعلیم مسلمانوں کے نظام حیات کا محافظ اور نگہبان ہونا چاہیے جس سے تخلیق پاکستان کے نظریہ کو تقویت ملتی ہے۔

رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ:

> Education must play a fundamental part in the preservation of the ideals which lead to the creation of Pakistan strengthening the concept of it as a united nation, and striving to preserve the Islamic way of life.(۵)

## ۱۹۶۹ء کی تعلیمی پالیسی:

۱۹۶۹ء میں ائیر مارشل نور خان کو وزارت تعلیم کا قلمدان سونپا گیا تعلیمی شعبے میں اصلاحات کے لیے قابل عمل تجاویز مرتب کرنے کی ہدایت کی۔ مارچ ۱۹۶۹ء کو تجاویز مشتہر کی گئیں تو اس پر مختلف حلقوں کی جانب سے مثبت رد عمل کا اظہار کیا گیا۔ علماء کے ایک طبقے کی جانب سے رد عمل ان الفاظ میں ظاہر کیا گیا:

"حال ہی میں ائیر مارشل نور خان صاحب ڈپٹی چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر پاکستان کی طرف سے جو نئی تعلیمی پالیسی شائع ہوئی ہے وہ بنیادی طور پر بڑی امید افزا اور قابل قدر ہے۔ پاکستان کی بیس سالہ تاریخ میں شاید یہ پہلا موقع ہے کہ تعلیم جیسے اہم اور بنیادی مسئلے پر ایک آزاد مسلمان قوم کی حیثیت سے غور و فکر کیا گیا ہے اور موجودہ نظام تعلیم کا حقیقت پسندی کے ساتھ جائزہ لے کر اس کو پاکستان کے مخصوص قومی حالات، ملی مزاج اور اس کے نظریاتی بنیادوں کے مطابق بنانے کی کوشش کی گئی ہے"۔ (۶)

نور خان کمیشن کی مرتب کردہ تعلیمی پالیسی میں واضح طور پر تسلیم کیا گیا کہ پاکستان کے نظام تعلیم کو اسلامی بنیادوں پر استوار کیا جانا چاہیے اور پہلی بار دینی مدارس کے بورڈ کے حوالے سے سفارش سامنے آئی کہ کل پاکستان دینی مدارس کا بورڈ بنا کر دینی مدارس کی تعلیم کو جدید خطوط پر منظم کیا جائے گا۔ (۷)

۱۹۶۹ء کی تعلیمی پالیسی پر غور و خوض کے لیے علمائے کرام پر مشتمل ایک کمیٹی تشکیل دی گئی۔ یہ کمیٹی مولانا مفتی محمد شفیعؒ (مہتمم دارالعلوم کورنگی کراچی) اور مولانا محمد یوسف بنوریؒ (مہتمم مدرسہ عربیہ اسلامیہ نیو ٹاؤن کراچی) نے تشکیل دی۔ ۲۰ رکنی اس کمیٹی میں سندھ کی نامور دینی درسگاہوں کے اصحاب اہتمام و تدریس شامل کیے گئے تھے۔ کمیٹی کی جانب سے "مدرسہ ایجوکیشن بورڈ" کے قیام کی تائید کی گئی تھی نیز بورڈ کی تشکیل اور طریقہ کار کے بارے میں تجاویز بھی دی گئی تھیں۔ (۸)

۱۹۶۹ء کی تعلیمی پالیسی کو اس لحاظ سے بھی اہمیت حاصل ہوئی کہ اس پالیسی میں دینی مدارس کے نصاب اور درسی کتابوں پر نظر ثانی کرنے اور انھیں قومی اداروں کے برابر حیثیت دینے کی تجویز بھی پیش کی گئی تھی لیکن اس پالیسی پر ابھی پوری طرح عملدرآمد شروع بھی نہ ہونے پایا تھا کہ دو سال بعد ہی ۱۹۷۲ء میں نئی تعلیمی پالیسی ۸۰-۱۹۷۲ء نافذ کر دی گئی۔ (۹)

## تعلیمی پالیسی ۸۰-۱۹۷۲ء The Education Policy 1972-80

دسمبر ۱۹۷۱ء میں مختلف شعبہ جات میں انقلابی اصلاحات کا اعلان کیا گیا۔وزیر تعلیم عبدالحفیظ پیرزادہ کی صدارت میں قومی تعلیمی کمیشن تشکیل دیا گیا جس نے ایک تعلیمی لائحہ عمل پیش کیا اور مارچ ۱۹۷۲ء میں تعلیمی پالیسی کا اعلان کر دیا گیا۔ ۱۹۷۲ء کی تعلیمی پالیسی میں تعلیم کا مقصد کچھ یوں بیان کیا گیا:

> The Preservation and inculcation of Islamic values as an instrument of national unity and progress.[۱۰]

اس قومی تعلیمی پالیسی کی دیگر خصوصیات کے علاوہ ایک خاص بات یہ بھی تھی کہ اس پالیسی کے مطابق یکم ستمبر ۱۹۷۲ء سے ملک میں تمام نجی انتظام کے تحت چلنے والے اسکولوں اور کالجوں کو قومی ملکیت میں لیا جانا طے پایا اور اعلان کیا گیا کہ مالکان کو کوئی معاوضہ بھی نہیں دیا جائے گا۔اس فیصلے کی رو سے یکم اکتوبر ۱۹۷۲ء سے تمام نجی انتظام میں چلنے والے تعلیمی اداروں کو قومی ملکیت میں لیا گیا اور اس کی اہم وجہ یہ قرار دی گئی کہ یہ ادارے تجارتی بنیادوں پر چل رہے تھے اور ان اداروں کی وجہ سے تعلیم ایک کاروبار بن کر رہ گئی تھی۔اس وقت کے وزیر اعظم پاکستان ذوالفقار علی بھٹو نے تعلیمی پالیسی کا اعلان کرتے ہوئے اپنے خطاب میں قومی تحویل میں لینے کے عمل (Nationalization) کچھ اس طرح پیش کی:

"یکم اکتوبر ۱۹۷۲ء سے شروع ہونے والے آئندہ دو سال میں پرائیوٹ اسکول تدریجی طریقے پر سرکاری تحویل میں لے لیے جائیں گے لیکن یکم اکتوبر ۱۹۷۲ء میں پرائیویٹ اسکولوں میں ٹیچروں کی تنخواہیں اور ملازمت کی شرائط وہی مقرر کی جائیں گی جو گورنمنٹ اسکولوں کے ٹیچرز کی ہیں۔تحویل میں لیے جانے والے پرائیوٹ اسکولوں اور کالجوں کا معاوضہ ادا نہیں کیا جائے گا،اس اعلان کے بعد ان اداروں کی جائیدادوں کو منتقل کرنے یا ان اداروں کو بند کرنے کی کوشش کی گئی تو یہ مارشل لاء کے تحت جُرم ہو گا۔ حکومت کسی ایسے پرائیوٹ اسکول یا کالج کو سرکاری تحویل میں لیے جانے سے مستثنیٰ قرار دے سکتی ہے جس کے بارے میں حکومت کو اطمینان ہو جائے کہ اسے فیض رساں مخیرانہ اور غیر تجارتی بنیاد پر چلایا جارہا ہے"۔[۱۱]

وزیر اعظم کی اس یقین دہانی کے باوجود کہ حکومت کسی ایسے پرائیوٹ اسکول یا کالج کو سرکاری تحویل میں لیے جانے سے مستثنیٰ قرار دے سکتی ہے جس کے بارے میں حکومت کو اطمینان ہو جائے کہ اسے فیض رساں مخیرانہ اور غیر تجارتی بنیاد پر چلایا جارہا ہے، بعض ایسے دینی تعلیم کے ادارے جن کے نام میں کسی بھی وجہ سے اسکول یا کالج کا لفظ بھی شامل تھا لیکن ان اداروں کا نصاب و نظام مکمل طور پر دینی مدارس کے مماثل تھا اور ان ادروں نے عام دینی مدراس کی روش سے ہٹ کر دینی تعلیم کے ساتھ اسکول اور کالج کی تعلیم کا بھی انتظام کر رکھا تھا،ایسے دینی ادارے

بھی قومی تحویل میں لے لیے گئے۔ قومی تحویل میں لیے جانے والے دینی اداروں میں انجمن اشاعت قرآن عظیم کراچی کے تحت چلنے والے ۴۰ سے زائد پرائمری اسکول اور ہالا ضلع حیدر آباد (موجودہ ضلع مٹیاری) میں قائم شاہ ولی اللہ اورینٹل کالج منصورہ بھی شامل تھے جنہیں قومی تحویل میں لے لیا گیا حالانکہ ان تعلیمی اداروں کے نہ کسی قسم کے تجارتی مقاصد تھے اور نہ یہ ادارے عیسائی مشنری اسکولوں اور کالجوں کی طرح متمول گھرانوں کے بچوں کی تعلیم کے لیے بھاری بھر کم فیس لے کر چلائے جارہے تھے بلکہ ان اداروں کی امتیازی خصوصیت یہ تھی کہ ان اداروں میں دینی تعلیم کے ساتھ عصری تعلیم کا بھی انتظام کیا گیا تھا اور شاید یہی ان اداروں کا قصور تھا کہ دینی وعصری تعلیم کے ان منفرد نوعیت کے اداروں کو تباہ وبرباد ہونے کے لیے چھوڑ دیا گیا۔

## قومی تعلیمی پالیسی ۱۹۷۹ء

۱۹۷۷ء میں تعلیمی ماہرین، اساتذہ، طلبہ اور دانشوروں کی ایک کانفرنس منعقد کی گئی۔ کانفرنس میں غور وخوض کے بعد نظام تعلیم کی از سر نو تشکیل کے لیے سفارشات مرتب کی گئیں۔ ۱۹۷۹ء کی پالیسی میں واضح طور پر اعلان کیا گیا:

> "To foster in the hearts and minds of the people of Pakistan in general and the students in particular a deep and abiding loyalty to Islam and Pakistan and a living consciousness of their spiritual and ideological identity there by strengthening unity of the outlook of the people of Pakistan on the basis of justice and fair Play "(۱۲)

۱۹۷۹ء کی تعلیمی پالیسی میں بیان کیے گئے اعلیٰ مقاصد کے حصول کے لیے ضروری قرار دیا گیا کہ تمام نصابات اور درسی کتب پر نظر ثانی کر کے ان کے مشمولات کو اسلامی فکر کے مطابق ڈھالا جائے گا علاوہ ازیں دینی مدارس اور دیگر تعلیمی اداروں کے نصابات میں ہم آہنگی پیدا کر کے دین ودنیا کے فرق کو بھی مٹایا جائے گا۔ عربی زبان کی تدریس کے لیے مدارس کے قیام اور خواتین کے لیے ایک یونیورسٹی بنانے کا بھی فیصلہ کیا گیا۔ (۱۳)

## قومی کمیٹی برائے دینی مدارس کا قیام:

۱۹۷۹ء کی قومی تعلیمی پالیسی کی رُو سے ملک میں پہلی بار صدارتی فرمان نمبر 3/6/SEC78 مجریہ ۱۷ جنوری ۱۹۷۹ء اسلام آباد کے ذریعے ایک قومی کمیٹی برائے دینی مدارس کا قیام عمل میں لایا گیا۔ ڈاکٹر عبد الواحد ہالے پوتہ کی سرکردگی میں قائم کی گئی ۱۶ رکنی کمیٹی کو مندرجہ ذیل امور نوٹیفکیشن کی رو سے تفویض کیے گئے تھے:

(a) To assess and appraise existing facilities in the Deeni Madrassahs in Pakistan Particularly in terms of buildings, lands, furniture, equipment, staff, courses of studies,

libraries, laboratories, residential and transportation facilities for staff and students, gain employment or higher education opportunities for students after completing Madrassah education.

(b)To suggest concrete and feasible measures for improving and Developing Deeni Madrassahas along Sound lines, In terms of physical facilities, curricula, and syllabi, staff and equipment, etc.

so as to bring education and training at such Madrassahas in consonance with the requirement of the modern age, on the one hand, the basic tenets and spirit of Islam, on the other:

(c)To propose measures for improving the quality of Madrassah education so as to develop and expand higher education and employment opportunities for the students of the Madrassah after the completion of their education.

(d)Make recommendations for extending the scope of Deeni Madrassahas with a view to integrating them with the overall educational system in the country, including streamlining and standardizing of curricula and courses of studies and conduct of examinations and suggesting measures for equating them with certificates, Diplomas or Degrees awarded by secondary boards and universities.

(e)To undertake a survey of financial requirements of all Deeni Madrassahs in order to assist them within the countries overall available resources ;

(f)Any other matter not covered above but considered by the committee relevant for the exercise

کمیٹی نے دینی مدارس کے نصاب، قومی ادارہ برائے دینی مدارس پاکستان کی تشکیل، امتحانات مدارس، سندات کی حیثیت اور مدارس، اساتذہ وطلبہ کی بہتری اور بہبود کے حوالے سے کئی تجاویز اور سفارشات باہمی اتفاق رائے سے مرتب کیں۔ کمیٹی میں ملک کی بڑی یونیورسٹیوں کے وائس چانسلرز کے علاوہ مختلف مکاتب فکر کے نمائندہ علمائے کرام شامل تھے۔ دینی مدارس کی بہبود وترقی کے لیے حکومتی سطح پر باہمی اتفاق رائے سے جو کوششیں انجام دی گئیں ان کے کسی حد تک، فوائد وثمرات ظاہر ہوئے اور یہ دور بحیثیت مجموعی دینی مدارس کے لیے سازگار دور سمجھا جاتا ہے جس میں دینی مدارس کی حکومت کی جانب سے حوصلہ افزائی کی گئی تھی۔

## قومی تعلیمی پالیسی ۱۹۹۲ء

۱۹۸۸ء میں نئی حکومت بننے کے بعد ۱۹۸۹ء میں اسلام آباد میں تعلیمی کانفرنس کا انعقاد عمل میں لایا گیا۔ ۱۹۹۰ء تک تعلیمی پالیسی کا مسودہ کئی بار کی نظر ثانی کے بعد تیار ہوا۔ اسی اثناء میں نئی حکومت قائم ہو گئی چنانچہ تعلیمی پالیسی کے ۱۹۹۲ء کے تیار مسودہ کو ترک کر کے از سر نو پالیسی تیار کر لی گئی۔ ۶ دسمبر ۱۹۹۲ء کو وزیر تعلیم نے نئی پالیسی کا باضابطہ اعلان کیا۔ تعلیمی پالیسی ۱۹۹۲ء کا مکمل متن مارچ ۱۹۹۳ء میں جاری کیا گیا۔ یہ تعلیمی پالیسی ۱۹۹۲ء سے ۲۰۰۲ء تک دس سال کے طویل عرصے پر محیط تھی۔ ۱۹۹۲ء کی تعلیمی پالیسی کے مقاصد میں یقین دہانی کرائی گئی تھی:

- موجودہ تعلیمی نظام جدید تقاضوں اور اسلامی ضابطوں کے عین مطابق مرتب کیا جائے گا تاکہ ایک صحت مند اور مستقبل میں اچھا اسلامی معاشرہ قائم ہو سکے۔
- اسلامی حوالے سے سوشل سائنسز کی تعلیم کا انتظام کیا جائے گا تاکہ طلبہ پوری اسلامی دنیا کی معلومات حاصل کر سکیں اور نیتجتاً پوری امت مسلمہ ایک ہی اسلامی تہذیب و ثقافت کے رنگ میں رنگی جائے۔[(۱۵)]

مدارس کے حوالے سے اس تعلیمی پالیسی میں سرسری تذکرے پر اکتفا کیا گیا۔ تعلیمی زندگی کے ایک بڑے شعبے دینی مدارس کو نظر انداز کر دیا گیا جس میں طلبہ اور اساتذہ کی تعداد لاکھوں میں ہے۔ تعلیمی پالیسی کے تیسرے باب میں صرف اتنا ذکر کیا گیا ہے کہ دینی مدارس کو ماضی کی طرح مالی امداد دی جاتی رہے گی۔ اور ان کی سند کو ایم اے کے مساوی جو حیثیت دی گئی تھی وہ برقرار رہے گی۔[(۱۶)]

۱۹۹۱ء میں شریعت ایکٹ کے ذریعے حکومت نے ملک میں شریعت کے نفاذ کی کوششوں کا آغاز کیا۔ اس بل کے تحت "قومی تعلیمی کمیشن برائے اسلامائزیشن" تشکیل دیا گیا۔ قومی تعلیمی کمیشن کی خصوصی کمیٹی نمبر ۵ کو دینی مدارس اور عصری اور اسکولوں اور کالجوں کے نصاب و نظام میں ہم آہنگی کے سلسلے میں ماہرین تعلیم سے مشاورت کا ٹاسک دیا گیا تھا۔

کمیٹی کے کنوینر جسٹس (ریٹائرڈ) محمد ظہور الحق کی جانب سے ایک سوالنامہ جاری کیا گیا جس کی روشنی میں ماہرین تعلیم سے تجاویز طلب کی گئی تھیں۔

سوالنامے میں درج ذیل نکات پر رہنمائی طلب کی گئی تھی:

- دینی مدارس کو حکومت کی مالی اور معاونت کی ضرورت سے متعلق آپ کی تجاویز۔
- دینی مدارس کے مسائل اور ضروریات
- دینی مدارس کو حکومت کس طرح کی سہولتیں مہیا کرے؟

- جدید نظام تعلیم کو اسلامی خطوط پر کس طرح استوار کیا جائے؟
- دینی مدارس میں جدید علوم کو کس طرح متعارف کرایا جائے؟
- دینی مدارس اور عام مدارس کے نصاب و نظام میں کس طرح ہم آہنگی اور مطابقت پیدا کی جاسکتی ہے؟[۱۷]

تعلیمی کمیشن نے شریعت ایکٹ کی روشنی میں ماہرین تعلیم اور معروف دینی حلقوں سے مشاورت کر کے رپورٹ مرتب کی لیکن اس رپورٹ پر عملدرآمد کے لیے کوئی خاص پیش رفت دیکھنے میں نہیں آئی۔

## قومی تعلیمی پالیسی ۱۹۹۸ء سے ۲۰۱۰ء تک

۱۹۹۷ء میں حکومت کی جانب سے وزارت تعلیم کو نئی تعلیمی پالیسی مرتب کرنے کی ہدایت جاری کی گئی۔اس موقع پر وزارت تعلیم نے پالیسی سازی کے سلسلے میں عوام سے تجاویز طلب کیں۔وزارت تعلیم کو ۴۰۲۵ تجاویز موصول ہوئیں۔مختلف بار غور وخوض اور کمیشن اجلاسوں کے نتیجے میں بالآخر ۱۸مارچ ۱۹۸۸ء میں اس تعلیمی پالیسی کو حتمی شکل دی گئی۔

اس پالیسی میں بھی قرآنی اصولوں اور اسلامی نظام حیات کو نصاب کا مؤثر جزو بنانے پر زور دیا گیا ہے۔اس حوالے سے پالیسی میں درج یہ الفاظ اہمیت کے حامل ہیں:

"To make the Quranic principles and Islamic practices as an integral part of curricla so that the message of the Holy Quran could be disseminated in the process of education as well as training. TO educate and train the future generation of Pakistan as true practicing ,muslims how would be able to enter the next millennium with courage , Confidence, wisdom and tolerance ".[۱۸]

۲۰۱۰-۱۹۹۸ء کی تعلیمی پالیسی میں اسلامی تعلیم کی ضمن میں دینی مدارس کے سلسلہ میں تجویز کیا گیا:

- دینی مدارس اور جدید اسکولز کے باہمی تعاون سے نصاب تشکیل دیا جائے گا تاکہ ایک مربوط قومی تعلیمی نظام کی بنیاد ڈالی جاسکے۔
- دینی مدارس اور جدید اسکولز کے درمیان موجود فاصلوں کو کم کرنے اور فرقہ واریت کے خاتمہ کے لیے مدارس کو اعلیٰ سطح پر لایا جائے گا۔مداس میں اصلاحات کر کے فارغ التحصیل طلبہ کے لیے ملازمت کے امکانات کو بڑھایا جائے گا۔
- دینی مدارس کی طرف سے دی گئی تمام سطحوں کی ڈگریوں کو رسمی نظام کی ڈگریوں کے مساوی قرار دیا جائے گا۔
- دینی مداس میں تحقیق اور حوالہ جات کے لیے قابل قدر کتب کی طباعت اور تقسیم کا اہتمام کیا جائے گا۔[۱۹]

۱۹۹۸ء کی قومی تعلیمی پالیسی میں دینی مدارس کے حوالے سے ایک اور اہم اقدام ماڈل دینی مدارس کے قیام کا تھا جس کی مہلت اس وقت کی حکومت کو نہ مل سکی۔ باقی تعلیمی پالیسیوں کی مانند تعلیمی پالیسی ۱۹۹۸-۲۰۱۰ء کے درج بالا نکات عملدرآمد کے منتظر رہے اور حکومت کی تبدیلی نے نئی ترجیحات اور مسائل کو جنم دیا۔

## تعلیمی پالیسیوں کے دینی مدارس پر اثرات

تعلیمی پالیسیوں میں عدم استقلال: پاکستان میں اب تک جتنی بھی تعلیمی پالیسیاں یا تعلیمی منصوبے مختلف ادوار حکومت میں تشکیل دیے گئے ہیں ان میں بحیثیت مجموعی عدم استقلال کا پہلو نمایاں رہا ہے۔ یہی کچھ صورتحال دینی مدارس کے حوالے سے پالیسیوں سے متعلق بھی رہی ہے۔ شروع شروع میں دینی مدارس میں رسمی تعلیم (Formal Education) کو حکومتی سرپرستی میں فروغ دینے کی کوشش کی گئی جس کا دینی نظام کے ساتھ انضمام نہ ہو سکا۔ ستر کی دہائی کے اوائل میں نجی تعلیمی سیکٹر کو قومی تحویل میں لینے کی کوشش کی گئی لیکن اس کے بعد حکومتی سطح پر ۱۹۷۷ء سے مدارس اور دینی نظام تعلیم کی حوصلہ افزائی کی جانے لگی۔ اس دور کو مدارس کی بشمول سندھ ملک بھر میں دینی تعداد میں غیر معمولی اضافے کا دور کیا جاتا ہے لیکن یہ دور بھی زیادہ عرصے تک جاری نہ رہ سکا اور اس کے بعد دینی مدارس بین الاقوامی حالات کے تناظر میں دباؤ کا شکار رہے۔ ۱۹۹۸-۲۰۱۰ء کی قومی تعلیمی پالیسی میں مدارس میں اصلاحات اور مدارس میں حکومتی اثر و نفوذ بڑھانے کا ممکنہ راستہ یہ تجویز کیا گیا کہ دینی مدارس کے متوازی ''ماڈل مدارس'' قائم کیے جائیں گے جہاں حکومت کا مرتب کردہ دینی تعلیم کا نصاب رائج کیا جائے گا۔ عام دینی مدارس کو حکومتی انتظام میں شامل کرنے کے لیے ''پاکستان مدرسہ ایجوکیشن بورڈ'' کے قیام کا بمطابق صدارتی آرڈیننس مجریہ ۱۸/اگست ۲۰۰۱ء اعلان کیا گیا۔ ۲۰۰۲ء کے اوائل میں حکومتی سطح پر یہ اعلان بھی کیا گیا کہ ۲۳ مارچ ۲۰۰۲ء تک تمام مدارس مذکورہ صدارتی فرمان کے تحت لازماً رجسٹر کیے جائیں گے۔[۲۰] پاکستان میں تعلیمی پالیسیوں کے بارے میں ارباب مدارس میں ایک تاثر یہ بھی پایا جاتا ہے کہ پالیسیوں میں نظریاتی پہلو کے بجائے زیادہ اہمیت انتظامی اور مالیاتی پہلوؤں کو دی جاتی رہی ہے اور چونکہ مدارس اس دائرہ کار میں نہیں آتے اس لیے انہیں بالعموم نظر انداز کر دیا جاتا ہے یا سرسری طور پر ان کے تذکرے پر اکتفا کیا جاتا ہے۔[۲۱]

## تعلیمی پالیسیاں اور مدارس کا ردعمل:

تعلیمی پالیسیوں کے حوالے سے دینی مدارس کا ردعمل ملا جلا رہا ہے۔ تعلیمی پالیسی سازی کی تاریخ پہلے بیان کی جا چکی ہے اس سے یہ اندازہ کرنا ہرگز دشوار نہیں کہ دینی مدارس بالعموم تعلیمی پالیسیوں میں نظر انداز کیے جاتے رہے ہیں۔ اس اعتبار سے دینی مدارس کے ذمہ داران یہ شکوہ کرتے دکھائی دیتے ہیں کہ انہیں اعتماد میں نہیں لیا جاتا

جبکہ حکومتی مناصب پر فائز حکام بھی یہ شکایت کرتے ہیں کہ دینی مدارس کی جانب سے کسی حکومتی پیشکش کا مثبت جواب نہیں ملتا۔ مختلف ادوار میں فریقین کی جانب سے اشتراک عمل اور باہمی تعاون کے خوشگوار تجربات ہوتے دکھائی دے رہے ہیں۔ یہاں چند مثالوں کو پیش کرنے پر اکتفا کیا جارہا ہے:

**سندھ کے نامور علماء کی ۱۹۶۹ء کی تعلیمی پالیسی کے لیے تجاویز:**

۱۹۶۹ء میں ائیر مارشل نور خان ڈپٹی چیف مارشل لاء ایڈ منسٹریٹر کو وزارت تعلیم کا قلمدان سونپا گیا اور ان کی سربراہی میں ایک کمیٹی نے نئی تعلیمی پالیسی مرتب کرکے مشتہر کی۔ حکومت کی نئی تعلیمی پالیسی پر غور وخوض کے لیے سندھ کے ۲۰ نامور علماء پر مشتمل ایک کمیٹی تشکیل دی گئی۔ کمیٹی کی تشکیل میں مفتی محمد شفیعؒ (دارالعلوم کورنگی کراچی) اور مولانا محمد یوسف بنوریؒ (جامعہ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی) نے اہم کردار ادا کیا۔ اس کمیٹی میں کراچی کے علاوہ حیدرآباد، ٹنڈوالہٰ یار اور سکھر کے علماء کی نمائندگی بھی رکھی گئی تھی۔ کمیٹی نے عصری تعلیم کے اداروں کے علاوہ دینی مدارس کے نظام ونصاب، اسلامی نظام تعلیم اور دیگر ضروری تعلیمی امور پر گرانقدر تجاویز مرتب کرکے حکومت کو ارسال کیں۔ اگرچہ علماء کی مرتب کردہ تجاویز عصری نظام تعلیم کے حوالے سے تو ایک طرف رہیں، دینی مدارس کے حوالے سے پیش کردہ تجاویز بھی تعلیمی پالیسی میں قطعی توجہ حاصل نہ کرسکیں۔ جس کا شکوہ بعدازاں علماء کی مذکورہ کمیٹی کی جانب سے تحریری طور پر کیا گیا۔[۲۲]

**قومی کمیٹی برائے دینی مدارس پاکستان ۱۹۷۹ء**

۱۹۷۹ء میں قومی کمیٹی برائے دینی مدارس، پاکستان کی تشکیل عمل میں لائی گئی۔ کمیٹی میں مختلف مکاتب فکر کے 15 سے زائد علمائے کرام شریک تھے۔ تعلیمی تاریخ میں یہ پہلا موقع تھا کہ حکومت کی جانب سے مدارس کے نظام ونصاب میں اصلاحات کے لیے مشترکہ کوششیں شروع کی گئی تھیں۔ اس کمیٹی میں مختلف حکومتی محکموں کے افسران کے علاوہ، پشاور بہاولپور، حیدرآباد، کوئٹہ میں قائم جامعات کے وائس چانسلر بھی شامل تھے۔ اس کمیٹی نے دینی مدارس کے نظام ونصاب کے حوالے سے جو رپورٹ اور تجاویز مرتب کیں وہ کمیٹی نے اتفاق رائے سے منظور کیں۔[۲۳]

**مدارس کی رجسٹریشن اور حصول کوائف:**

مدارس کی رجسٹریشن کا معاملہ مختلف ادوار حکومت میں اٹھایا جاتا رہا ہے۔ مدارس پہلے ۱۸۶۰ء کے سوسائٹی ایکٹ کے تحت رجسٹرڈ کیے جاتے تھے۔ مختلف ادوار میں مدارس کی رجسٹریشن کی تفصیل ایک رپورٹ میں یوں بیان کی گئی ہے:

"Before the promulgation of the ordinance of 2005, about 6,000 madrasas were registered under the Registration of Literacy , Scientific and charitable Societies Act , 1860. From 2005 to 2007, 8, 072 more madrasas were registered. The total number of registered madarsas at the end of 2007, according to the former religious affairs minister , was 14,072" (۲۴)

اس رپورٹ میں ۲۰۰۷ء میں ۱۴۰۷۲ رجسٹرڈ مدارس کا تذکرہ ضرور کیا گیا ہے لیکن اس کے ساتھ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ مدارس حکومت کے جاری کردہ نئے آرڈی ننس کے تحت حکومت کے نزدیک رجسٹرڈ نہیں سمجھے جائیں گے لیکن مارچ ۲۰۱۲ء میں وزارت مذہبی امور نے رجسٹرڈ مدارس کے جو اعداد و شمار جاری کیے ہیں اس کے مطابق Societies registration Ordinance 2005 کے نفاذ سے پہلے سندھ کے ۲۳۰۸ مدارس سمیت مجموعی طور پر رجسٹرڈ مدارس کی تعداد ۹۱۱۸ تھی۔ اور مذکورہ آرڈی ننس کی نفاذ کے بعد سندھ کے مجموعی ۳۸۲۶ مدارس میں سے ۳۷۲۵ مدارس رجسٹرڈ ہو چکے تھے اور پورے ملک میں مجموعی ۱۲۴۷۷ مدارس میں ۱۲۲۸۴ مدارس رجسٹرڈ ہو چکے تھے ۔ دیے گئے اعداد و شمار کے مطابق سندھ کے ۱۰۱ مدارس سمیت پورے ملک میں صرف ۱۹۳ مدارس غیر رجسٹرڈ تھے۔(۲۵) پاکستان میں مختلف ادوار حکومت میں مدارس کی نئی رجسٹریشن پر پابندی عائد رہی ہے، حکومت کی جانب سے ایسے دینی مدارس جو پہلے سے کسی قانون کے تحت رجسٹرڈ رہے ہیں انہیں از سر نو نئے قانون کے تحت رجسٹریشن کا پابند بنایا گیا۔ دینی مدارس بورڈز کے اتحاد "اتحادتنظیمات مدارس دینیہ پاکستان" کے رابطہ سیکرٹری مولانا محمد حنیف جالندھری نے دینی بورڈز کا موقف بیان کرتے ہوئے لکھا:

"دینی مدارس کی رجسٹریشن اور یکسانیت پر ہمیں کوئی اعتراض نہیں، مگر عوامی عطیات سے چلنے والے ان دینی تعلیمی اور رفاہی اداروں کو، پرائیوٹ اسکولوں اور نفع بخش کاروباری اداروں کی صف میں کھڑا کر کے مخصوص قانون بندی میں جکڑنا حد درجہ نامناسب تجویز ہے۔ نجی اسکولوں کے قواعد و ضوابط کے اطلاق یا اسی نوعیت کے کسی نئے قانون کے تحت رجسٹریشن سے دینی مدارس کی آزادی و خود مختاری کو لازماً خطرہ لاحق ہو گا۔ اس لیے مناسب صورت یہ ہے کہ حکومت رجسٹریشن کے قانون "سوسائٹی ایکٹ مجریہ ۱۸۶۰ء" کے تحت دینی مدارس کی رجسٹریشن کرے ۔ یاد رہے کہ اس قانون کے تحت ۱۹۹۴ء سے خود حکومت ہی نے رجسٹریشن پر پابندی عائد کر دی تھی۔ لیکن اکتوبر ۲۰۰۱ء سے مسجدوں کی رجسٹریشن اسی ایکٹ کے تحت کی جارہی ہے۔ اس لیے مدارس کی رجسٹریشن بھی اسی قانون کے تحت کی جانی چاہیے۔ جو مدارس پہلے سے رجسٹرڈ ہیں، ان کی نئی سرے سے رجسٹریشن کی ضرورت نہیں ہونی چاہیے"۔(۲۶)

اکتوبر ۲۰۱۰ء میں حکومت اور مدارس دینیہ کی قیادت کے مابین طویل مذاکرات کے بعد جن امور پر اتفاق کیا گیا ان میں ایک یہ بھی تھا کہ رجسٹریشن ایکٹ جو ۲۰۰۶ء میں جاری ہو چکا اور نافذ العمل بھی ہے۔ دینی مدارس اس کی مکمل پاسداری کریں گے۔ [۲۷] اسی طرح مدارس کے کوائف کے سلسلے میں طے کیا گیا کہ دینی مدارس بورڈز کی معاونت اور حکومتی اہلکاروں کی باہمی شرکت کے ساتھ اس کام کو انجام دیا جائے۔ [۲۸]

**مدارس کے نظام و نصاب میں بہتری کے اقدامات:**

پاکستان کے دینی مدارس اپنے نظام و نصاب میں تبدیلی کے حوالے سے ضرورت سے زیادہ حساس واقع ہوئے ہیں۔ بھارت جہاں مسلمان اقلیت میں ہیں اور اکثریتی فرقے کے ہندوؤں کے دباؤ میں رہتے ہیں، دینی مدارس میں اصلاحات کے لیے کوششوں کا آغاز ۱۹۵۴ء میں ہو گیا تھا۔ بھارت کے کئی دینی مدارس نے ہندی ادبی گروپ ،سائنس گروپ، تعمیری گروپ، بلدیات، اقتصادیات، مبادیات تجارت، نفسیات، ڈرائنگ اور کیمیا کے مضامین بھی اپنے نصاب میں شامل کر لیے ہیں۔ مدارس سے وابستہ علمائے کرام اور ماہرین تعلیم نے مل کر غور و خوض کیا اور مدارس کے لیے کئی ایک سفارشات اور ٹھوس تجاویز مرتب کیں اور ان پر عملدرآمد کی راہ ہموار کی۔ [۲۹] پاکستان کی حکومتی سطح پر پہلی بار ۱۹۷۹ء میں قومی کمیٹی برائے دینی مدارس، پاکستان کا قیام عمل میں لایا گیا۔ کمیٹی میں شریک علمائے کرام، ماہرین تعلیم اور ملکی جامعات کے وائس چانسلرز نے مختلف حکومتی اہلکاروں اور افسران کے ساتھ مل کر دینی مدارس کے نظام و نصاب اور دیگر پہلوؤں میں بہتری لانے کے لیے سفارشات مرتب کیں۔ ان میں سب سے اہم "قومی ادارہ برائے دینی مدارس پاکستان" کے قیام کی تجویز تھی جو مدارس کے امتحانات، نتائج کے اعلان، اسناد کی تقسیم، نصاب کی تدوین و نظر ثانی جیسے اہم امور کی انجام دہی کے علاوہ مدارس، اساتذہ و طلبہ مدارس کی فلاح و بہبود کے لیے قومی کمیٹی کی مجوزہ سفارشات کے نفاذ کے لیے بھی کام کرے گا۔ [۳۰] جس بڑے پیمانے پر اعلیٰ سطحی قومی کمیٹی برائے دینی مدارس پاکستان نے اقدامات تجویز کیے تھے۔ اس پر عملدرآمد کے لیے بعد کے ادوار میں حکومتی سطح پر کسی قسم کی سنجیدگی کا مظاہرہ دیکھنے میں نہیں آیا لیکن اس کا سب سے بڑا فائدہ دینی مدارس کو اپنے طور پر یہ ہوا کہ مدارس نے اپنے نظام میں بہتری لانے کے از خود اقدامات پر عملدرآمد شروع کر دیا۔

**دینی مدارس میں مثبت تبدیلی کا رجحان:**

یہ ایک خوش کن حقیقت ہے کہ حکومت کی پالیسیوں اور بین الاقوامی منصوبوں اور داخلی ترغیب و محرک (Motive) کے پیش نظر دینی مدارس کے ذمہ داران اپنے نظام میں مثبت طور پر تبدیلی لا رہے ہیں جو بطور رجحان (Trend) کے دینی مدارس میں فروغ پذیر ہے۔ تبدیلی کا یہ عمل تدریجی اور بعض مواقع و مقامات پر انتہائی سست

محسوس ہوتا ہے لیکن یہ عمل پاکستان کے نمایاں اور بڑے دینی مدارس میں قدرے تیزی سے جاری وساری ہے جس کے اثرات چھوٹے مدارس پر بھی پڑرہے ہیں۔ مدارس میں تبدیلی کے عمل کا جائزہ لینے کے لیے ملک کے ۵۶ بڑے دینی جامعات کا انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی اسٹڈیز اسلام آباد کے زیر اہتمام فروری تا مئی ۲۰۰۷ء سروے کیا گیا۔ سروے کے نتائج میں دینی مدارس کے جن جدید رجحانات کو اجاگر کیا گیا ہے ان میں بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ بالخصوص کراچی کے مدارس قائدانہ کردار (Leading role) ادا کرتے ہوئے دینی تعلیم کے نظام ونصاب میں بہتری کو فروغ دینے میں مصروف ہیں۔ (۳۱)

### ماڈل دینی مدارس کا قیام:

۱۹۷۹ء میں قومی کمیٹی برائے دینی مدارس پاکستان کے پلیٹ فارم سے دینی مدارس کے لیے ایک ایسے نصاب کی تجویز پیش کی گئی تھی جس میں دینی و عصری علوم کو باہم مربوط کیا گیا تھا۔ دینی و عصری علوم میں یکسانیت پیدا کرنے کے لیے ایک طرف دینی مدارس کے نصاب میں ردوبدل اور اضافے تجویز کیے گئے اس کے ساتھ یہ بھی تجویز کیا گیا کہ عام تعلیمی اداروں کے نصاب کو بھی دینی مدارس کے نصاب کے ساتھ ہم آہنگ بنایا جائے۔ اسکولوں اور کالجوں کی سطح پر دینی تعلیم متعارف کرانے کے لیے ۱۹۹۵ء میں وزارت مذہبی امور نے اسکولوں کالجوں کے لیے "درس نظامی گروپ" تجویز کیا۔ لیکن اس کا نصاب اس قدر بھاری بھرکم رکھا گیا عام تعلیمی نصاب کے علاوہ درس نظامی کے مضامین کو بھی شامل رکھا گیا ہے ۔ اس نصاب کو سامنے رکھ کر متعلقہ وزارت کے کارکنان کی نصاب سازی (Curriculum Development) میں درکار مہارت کے حوالے سے شبہات اٹھتے ہیں جنھوں نے نجانے کس ملک کے طلبہ وطالبات کو سامنے رکھ کر یہ نصاب ترتیب دیا ہے؟

۱۹۹۸ء کی تعلیمی پالیسی میں اعلان کیا گیا کہ ایسے ماڈل اور معیاری دینی مدارس قائم کیے جائیں گے جہاں دینی تعلیم میں تخصص کے ساتھ ساتھ بقدر ضرورت جدید مضامین کا اضافہ بھی کیا جائے گا۔ اس تعلیمی پالیسی پر عملدرآمد کے لیے تعلیمی اور مذہبی امور کی وزارتوں کے باہمی تعاون سے ۱۹۹۸ء میں ایک کمیٹی تشکیل دی گئی۔ اس کمیٹی نے ۱۹۹۹ء کے ابتدائی مہینوں میں اپنی رپورٹ حکومت پاکستان کو پیش کردی تھی۔ اور ایک ایساماڈل یا معیاری نصاب تجویز کیا جس کی تیاری میں علمائے کرام اور ایسے ماہرین تعلیم بھی شامل تھے جو دینی تخصصات کے ساتھ دور جدید کے مسائل سے بھی واقف تھے۔ دینی بورڈز کی قیادت کے تحفظات کو دور کرنے کی یقین دہانی بھی کرائی گئی جس میں سب سے اہم مسئلہ یہ تھا کہ حکومت دینی مدارس کو زبردستی ماڈل دینی مدارس کے بورڈ کے ساتھ الحاق پر مجبور نہیں کرے گی۔ (۳۲)

۱۸/اگست ۲۰۰۱ء کو جاری کیے گئے Pakistan Madrassa Education Board آرڈی ننس کے تحت کراچی، سکھر اور اسلام آباد میں تین ماڈل مدارس قائم کیے گئے۔

**مدرسہ ایجوکیشن بورڈ اور دینی مدارس کے امتحانی بورڈز:**

۱۸/اگست ۲۰۰۱ء کو Pakistani Madrassa Education Board آرڈی ننس جاری کیا گیا۔ بورڈ کے قیام کے حوالے سے جو مقصد نمایاں طور پر بیان کیا گیا وہ کچھ یوں ہے:

> To enable the establishment of Model Dini Madaris to improve and secure uniformity of standards of education and for the integration of the system of Islamic education imparted at Dini Madaris within the general education system". (۴۳)

پاکستان مدرسہ ایجوکیشن بورڈ آرڈی ننس کی رو سے ملک میں موجود مدارس کو حکومت کے قائم کردہ بورڈ سے الحاق کا اس انتباہ کے ساتھ پابند بنایا گیا کہ جو مدرسہ آرڈی ننس کے نفاذ کے بعد چھ ماہ تک اپنا الحاق اس بورڈ سے نہیں کرائے گا اسے بند کر دیا جائے گا اور بورڈ کو اختیار ہو گا کہ وہ اس مدرسہ کی انتظامیہ کو برطرف کر کے اپنی طرف سے انتظامیہ کا تقرر کر دے یا اس مدرسے کو بند کر دے اور اس کی جائیداد اور دیگر اثاثے کسی دوسرے مدرسے کی ملکیت میں دے دے۔ اس آرڈیننس میں شامل کی گئی زیادہ تر شقیں دینی مدارس کی قیادت کے لیے ناقابل قبول تھیں۔ یہی وجہ ہے کہ ایک دینی بورڈ کی مجلس عاملہ نے اس آرڈیننس کو "انسداد دینی مدارس آرڈی ننس" کا نام دیا، تھوڑے دنوں میں ہی تمام دینی بورڈز کے ذمہ داران نے مشترکہ طور پر آرڈی ننس کو مسترد کرنے کا اعلان کیا۔(۴۴) پاکستان مدرسہ تعلیمی بورڈ آرڈی ننس ۲۰۰۱ء کے ا کی ایک وجہ ممکنہ طور پر بورڈ کی مجوزہ تنظیمی ہیئت بھی ہو سکتی ہے۔ انتظامی ومشاورتی بورڈ کی تشکیل کا فارمولا ایسا ترتیب دیا گیا تھا کہ دینی مدارس کے لیے قائم کیے گئے تعلیمی بورڈ میں ۲۰ میں سے صرف ۶/ افراد علماء کے طبقے میں سے لیے جانے تھے۔ ملک میں قائم ۵ دینی بورڈز میں سے صرف تین بورڈز کے نمائندے حکومتی بورڈ میں شامل ہوتے۔ بورڈ کے لیے تجویز کی گئی مذکورہ انتظامی ہیئت سے مدارس بورڈز کی قیادت کے خدشات درست ثابت ہو رہے تھے جس کا اظہار بورڈز کے ذمہ داران نے اپنے مشترکہ مؤقف میں کیا تھا:

"پاکستان بھر کے پانچ وفاقوں (بورڈز) پر مشتمل "متحدہ وفاق پاکستان" نے دینی مدارس بورڈز آرڈیننس کو مسترد کرتے ہوئے کہا، ہمارے مدرسوں میں کوئی بھی، مدارس بورڈ یا ماڈل دینی مدارس اسکیم میں شریک نہیں ہو گا۔

اگر حکومت نے دینی مدارس کی خود مختاری کے خلاف کوئی اقدام کیا یا قانونی اور انتظامی حکم نامے کے اجراء سے انہیں نقصان پہنچانے کی کوشش کی تو پوری قوت سے دینی تعلیمی اداروں کا تحفظ کیا جائے گا"۔ (۳۵)

مدارس کے اس رد عمل کے باعث مدرسہ تعلیمی بورڈ کے قیام کی راہ میں رکاوٹ پیدا ہوئی۔ اس دور میں دینی مدارس کے پہلے سے قائم پانچ بورڈز کے ذمہ داران اور دینی قیادت بشمول علمائے کرام کے خیالات میں جہاں حکومت کے مقابلے میں شدت محسوس کی گئی وہیں ایک مثبت پہلو یہ سامنے آیا کہ مختلف مکاتب فکر کی نمائندگی کرنے والے ان پانچوں بورڈز نے دینی مدارس کے حوالے سے مشترکہ موقف اور مشترکہ جدوجہد کی راہ ہموار کرنے کے لیے "اتحاد تنظیمات مدارس دینیہ پاکستان کے نام سے مشترکہ تنظیم قائم کرلی۔ اس تنظیم کے قیام کے بعد حکومتی سطح پر ہونے والے مذاکرات میں دینی مدارس بورڈز اتحاد کے پلیٹ فارم سے شرکت کرتے ہیں اور یکساں مؤقف اپنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ وقت گزرنے کے ساتھ مدارس بورڈز کے مؤقف میں یہ تبدیلی دیکھنے میں آئی کہ مدارس بورڈز کے ذمہ داران نے حکومت پر مدارس بورڈز کی جاری کردہ اسناد کی قبولیت کے لیے "انٹر مدرسہ بورڈ" کے قیام کے لیے زور دینا شروع کردیا، اس بورڈ کے ذریعے دینی مدارس کے وفاقوں کے نظام امتحانات کو سرکاری سطح پر تسلیم کرانا یا حکومتی سطح پر مدارس کے نظام امتحانات کو بھی باہم مربوط اور یکساں بنانے کے مقاصد حاصل کرنا پیش نظر رکھا گیا تھا لیکن بعض امور پر عدم اتفاق اور ضروری قانون سازی نہ ہونے کی بنا پر مذکورہ بورڈ کا قیام معرض التوا کا شکار ہے۔ (۳۶)

اکتوبر ۲۰۱۰ء میں حکومت اور مدارس دینیہ کی قیادت کے مابین مذاکرات کے نتیجے میں سابقہ کوششوں کے علی الرغم مشترکہ مدرسہ بورڈ کے قیام کے بجائے جس تجویز پر اتفاق کیا گیا اس کے مطابق:

"حکومت دینی مدارس کے پانچوں نمائندہ وفاقوں کو خود مختار تعلیمی اور امتحانی بورڈ کا درجہ دے گی اور ایگزیکٹو آرڈر یا ایکٹ آف پارلیمنٹ کے ذریعے اس بورڈ کو قانونی اور آئینی حیثیت دی جائے گی جس کا مسودہ حکومت اور اتحاد تنظیمات مدارس دینیہ کی باہمی مشاورت سے تیار کیا جائے گا، حکومت یک طرفہ طور پر کوئی مسودہ پیش نہیں کرے گی"۔ (۳۷)

## دینی مدارس میں عصری علوم کی تدریس کے لیے حکومت کا اصرار:

مسلمانوں کے معاشرے دو متوازی نظام تعلیم کا قائم ہو جانا اور دونوں میں خلیج کا مسلسل بڑھنا مسلم اکابرین کے لیے بہت زیادہ قابل قبول نہ تھا۔ اس لیے دونوں طرف سے اس خلیج کو پاٹنے کی شعوری کوششیں بھی کی گئیں۔ ۱۹۰۶ء میں دارالعلوم دیوبند کے صدر مدرس شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ نے علی گڑھ یونیورسٹی سے یہ معاہدہ کیا کہ

دونوں ادارے ایک دوسرے کے طلبہ کی تعلیم کے لیے خاص انتظام کریں گے اور طے ہوا کہ دارالعلوم دیوبند سے کچھ فارغ التحصیل طلبہ علی گڑھ بھجوائے جائیں گے جنہیں وہاں انگریزی کی تعلیم دی جائی گی اور علی گڑھ سے انگریزی خواندہ طلبہ دارالعلوم دیوبند جاکر علوم اسلامیہ کی تعلیم پائیں گے۔[۳۸] مدارس کی قیادت اور حکومت کے مابین مدارس کے نصاب میں عصری مضامین کو شامل کرنے کے مسئلے پر عدم تعاون کی کیفیت طویل عرصے تک قائم رہی ہے ۱۹۶۹ء کے مدارس سندھ کے علماء کرام کی کمیٹی نے تعلیمی پالیسی کی تشکیل کے لیے جو تجاویز پیش کی تھیں ان میں مدارس کے نصاب میں نہ صرف عصری مضامین کے اضافے کی تجویز شامل تھی بلکہ مدارس کی سطح پر سرکاری نصاب کی تدریس کے ایلیمنٹری اسکول قائم کرنے کی سفارش بھی شامل تھی اور یہ اسکول مدارس کے اپنی حدود میں اپنے انتظام کے تحت قائم کیے جانے تھے تاکہ جدید و قدیم نظام تعلیم کا فرق ختم کیا جاسکے۔[۳۹]

۱۹۷۹ء میں قومی کمیٹی برائے دینی مدارس، پاکستان نے علماء کرام کے اتفاق رائے سے جو نصاب درس پر پیش کیا تھا اس میں درجہ ابتدائیہ (Primary) سے لے کر درجہ عالیہ (Graduation) تک ہر سال میں دینی مضامین کے ساتھ عصری مضامین کو شامل کیا گیا تھا حتی کہ حفظ و تجوید و قرات کے پنج سالہ نصاب میں بھی ہر سال میں قرآن مجید کے حفظ، تجوید و قرات کے ساتھ جنرل سائنس، جنرل ریاضی، مطالعہ پاکستان اور انگریزی کے مضامین کو معاون مضامین کے طور پر رکھا گیا تھا حالانکہ آج تک حفظ القرآن کے ساتھ عصری مضامین تو کیا ترجمہ قرآن مجید، حدیث، فقہ، صرف اور نحو کے مضامین بھی شامل درس کرنے کا کوئی تصور نہیں۔[۴۰] حکومتی سطح پر مدارس کے لیے تشکیل دیے گئے مختلف منصوبوں میں دینی مدارس کے نصاب میں عصری مضامین کی شمولیت پر لازماً زور دیا گیا۔ ۱۹۹۸ء کے تعلیم پالیسی میں ماڈل دینی مدارس کا خاکہ ہو یا ۲۰۰۱ء میں پاکستان مدرسہ تعلیمی بورڈ آرڈی ننس ہو بلا تفریق تمام منصوبوں میں عصری مضامین کو دینی مدارس میں پڑھانے کے لیے ہر ممکن تدابیر اختیار کرنے کی ترغیب دی گئی۔

۲۰۰۳ء سے ۲۰۰۸ء تک پنج سالہ Madrassa Reform Project(Teaching of Formal Subjects in Deeni Madaris) وزارت تعلیم کے تحت شروع کیا گیا جس کے مطابق تقریباً ۱۰۰ ملین ڈالر کی امداد کے ذریعے ۸۰۰۰ دینی مدارس میں عصری مضامین کی تدریس ابتدائیہ (Primary) سے لے کر انٹرمیڈیٹ (Intermediate) لیول تک یقینی بنانا مقصود تھا لیکن مختلف عوامل اس منصوبے پر کلی عملدرآمد کی راہ میں رکاوٹ بنے ۴۶۱ مدارس نے اس منصوبے میں شمولیت اختیار کی۔[۴۱] مدارس کے ذمہ داران کے تحفظات کے باوجود مدارس اپنے طور پر دینی نصاب میں عصری مضامین کا اضافہ کرنے پر آمادہ ہیں۔ مدارس کے طلبہ وطالبات کا دینی بورڈز کے امتحانات کے علاوہ عصری تعلیمی بورڈز کے امتحانات میں صرف شمولیت ہی نہیں بلکہ پوزیشن حاصل

کرنا دینی مدارس میں عصری مضامین کی قبولیت کا سب سے بڑا مظہر ہے۔ دینی امتحانات کے ساتھ عصری تعلیم کے امتحانات کا رجحان روز افزوں فروغ پذیر ہے بلکہ دینی مدارس کی ایسی مثالیں بھی پیش کی جا سکتی ہیں کہ دینی مدارس کے طلبہ وطالبات سائنس گروپ میں بھی نمایاں کامیابی حاصل کی۔ کراچی کے ایک دینی مدرسے معارف القرآن گلشن اقبال کی پوری کلاس نے میٹرک بورڈ کے تحت کمپیوٹر سائنس اور بیالوجی کے مضامین میں اے ون گریڈ حاصل کیا، اسی طرح انٹر بورڈ کراچی کے انٹر سال دوم آرٹس گروپ کے امتحانات ۲۰۰۹ء کے نتائج کے مطابق حافظہ عائشہ ناز، طوبیٰ احمد، اور قذافیہ مہین نے بالترتیب پہلی، دوسری اور تیسری پوزیشن حاصل کی اور ان تینوں طالبات کا تعلق دینی مدارس سے ہے اور انہوں نے دینی تعلیم کے ساتھ عصری تعلیم کے امتحان میں بھی نمایاں کامیابی حاصل کی۔ [۴۲] اس بات کی غمازی اپریل ۲۰۰۹ء میں شائع شدہ ایک سروے رپورٹ سے بھی ہوتی ہے جس کے مطابق مدارس کے 57.1 اساتذہ اور ۶۵ فیصد طلبہ نے مدارس کے تعلیمی نصاب میں عصری مضامین کی شمولیت کے حق میں رائے دی۔ [۴۳] اکتوبر ۲۰۱۰ء میں مدارس دینیہ کی قیادت اور حکومت کے مابین مذاکرات کے بعد مدارس میں عصری مضامین کی تدریس کے سلسلے میں جن امور پر اتفاق کیا گیا وہ یہ ہیں:

- دینی مدارس میں میٹرک اور انٹر میڈیٹ تک عصری مضامین کو شامل کیا جائے گا۔
- دینی مدارس گورنمنٹ کی طرف سے شائع کردہ متعلقہ کلاس کی عصری مضامین کی کتب پڑھائیں گے، اپنے لیے کوئی الگ نصاب یا کتب تیار نہیں کریں گے۔
- درس نظامی اور دینی علوم کے حوالے سے حکومت کا کوئی عمل دخل نہیں ہو گا، مدارس دینیہ اپنے نصاب کی تشکیل و تعیین اور تدریس و تعلیم کے سلسلے میں مکمل طور پر آزاد اور خود مختار ہوں گے۔
- ہر وفاق کی نصاب کمیٹی میں حکومت کے دو نمائندے ہوں گے جو بوقت ضرورت صرف عصری مضامین کی تدریس و تعلیم اور معیار کے حوالے سے ہونے والی مشاورت میں شریک ہوں گے۔ ان دونوں نمائندوں کا دینی نصاب و نظام سے کوئی تعلق نہیں ہو گا۔
- عصری مضامین کے نصاب تعلیم، معیار تعلیم اور معیار امتحان میں یکسانیت پیدا کرنے کے لیے مدارس کے نمائندہ وفاقوں اور حکومت کے درمیان ایک مشترکہ ادارہ بنے گا جس کا نام، دائرہ اختیار، دائرہ کار اور ہیئت کے حوالے سے اگلے اجلاس میں مشاورت کی جائے گی۔ [۴۴]

نظام امتحانات اور دینی مدارس کی اسناد:

مدارس کے نظام میں اصلاحات، نصاب میں عصری مضامین کے اضافے جیسے مختلف حکومتی منصوبے اس مقصد کے تحت بروئے کار لائے جاتے ہیں کہ دینی مدارس کو قومی دھارے (Mainstream) میں لایا جاسکے۔ شروع سے دینی مدارس کی جانب سے دینی بورڈز کے امتحانات کی جاری کردہ اسناد کی سرکاری سطح پر قبولیت کا مطالبہ کیا جاتا رہا ہے لیکن عرصے تک دینی مدارس کی اسناد کو ہی رکھا جاتا رہا۔ پہلی بار ۱۹۷۳ء میں اسمبلی میں بحث کے بعد مدارس کی اسناد کو تسلیم کرنے کی سفارش کی گئی، جسے UGC نے کئی سال بعد اس کا نوٹیفکیشن جاری کیا۔[۴۵] اس کے بعد نجانے کب دوبارہ دینی مدارس کی اسناد نامقبول قرار پائیں۔ البتہ قومی کمیٹی برائے دینی مدارس، پاکستان ۱۹۷۹ء میں ایک بار پھر دینی مدارس کے مطالبے پر ان کی مختلف درجات کی اسناد کی حیثیت کا تعین کرکے سرکاری سطح پر قابل قبول قرار دینے کی سفارش کی گئی جس کی تفصیل کچھ یوں تھی:[۴۶]

| حیثیت | سند | درجہ |
|---|---|---|
| Primary | الشهادة الابتدائيه | ابتدائیہ |
| Metric | الشهادة المتوسطه | متوسطہ |
| B.A | الشهادة العاليه | عالیہ |
| M.A | شهادة تخصص | تخصص |

قومی کمیٹی برائے دینی مدارس کی جانب سے مدارس کی تمام درجات کی اسناد کی حیثیت متعین کیے جانے کے باوجود حکومت نے ۷ نومبر ۱۹۸۲ء کو آخری درجے یعنی تخصص جسے اب الشهادة العاليه کہا جاتا ہے، لے کر فارغ التحصیل ہونے والے طلبہ کی اسناد کو ایم اے عربی اور اسلامیات کے مساوی منظوری عطا کرنے کا اعلان کیا۔[۴۷] ابتدائیہ (Primary)، متوسطہ (Metric) اور عالیہ (B.A) سطح کی دیگر تحتانی اسناد کو کس بنیاد پر منظور نہیں کیا گیا اس کی کوئی حتمی وجہ سامنے نہ آسکی۔ دینی مدارس کی اسناد کی منظوری کا مسئلہ بعد کے ادوار میں زیادہ گھمبیر ہوتا دکھائی دیتا ہے۔ ۱۹۹۶ء میں یونیورسٹی گرانٹس کمیشن (U.G.S) نے تمام یونیورسٹیوں کو ہدایت کی:

"وہ کسی ایسے طالب علم کو اعلیٰ تعلیم کے لیے داخلہ نہ دے جو دینی مدارس کی تشکیل شدہ کسی بھی بورڈ کا سند یافتہ ہو۔ اس نوٹیفکیشن کی مطابق دینی مدارس کی شهادة العاليه کو ایم اے عربی، اسلامیات تسلیم نہ کیا جائے"۔[۴۸]

مختلف مواقع پر دینی مدارس کی اسناد کے حوالے سے شکوک و شبہات پیدا کیے جاتے رہے جب ۲۰۰۳ء کے الیکشن میں امیدوار کے لیے بی اے کی شرط عائد کی گئی تو دینی مدارس فضلاء کے حوالے سے چیف الیکشن کمیشن نے باضابطہ طور پر یونیورسٹی گرانٹس کمیشن (U.G.C) سے استفسار کیا کہ کیا دینی مدارس کی اسناد کو U.G.C تسلیم کرتا ہے؟ تو الیکشن کمیشن کو جواب دیا گیا کہ دینی مدارس کی اعلیٰ اسناد کو ایم اے کے مساوی تسلیم کیا جاچکا ہے لہذا دینی

مدارس کے فضلاء الیکشن میں حصہ لینے کے لیے مدارس کی اسناد کی بنیاد پر اہل قرار دیے جائیں گے۔ اس موقع پر ایک اور نقطہ بھی زیر بحث لایا گیا کہ دینی مدارس کی اسناد صرف تعلیمی مقاصد کے لیے تسلیم کی گئی ہیں انہیں کسی اور شعبے میں استعمال نہیں کیا جاسکتا۔ اس کے بعد بلدیاتی انتخابات کے موقع پر بھی ایسی ہی بحث دینی مدارس کی اسناد کی حیثیت کے بارے میں سپریم کورٹ میں مقدمات کی زینت بنی اور سپریم کورٹ نے مدارس کی اسناد کی سابقہ تسلیم شدہ حیثیت کو اپنے فیصلے میں تسلیم کرنے سے انکار کردیا۔ کورٹ میں بیان دیتے ہوئے اٹارنی جنرل نے قرار دیا کہ جن لوگوں نے دینی مدارس کی اسناد کی بنیاد پر بلدیاتی الیکشن میں حصہ لیا ہے، وہ کامیاب ہونے کے باوجود اس فیصلے کی رو سے نااہل ہوجائیں گے بلکہ یہ فیصلہ سینیٹ، قومی اسمبلی اور صوبائی اسمبلیوں کے ان ارکان پر بھی اثرانداز ہوسکتا ہے جنہوں نے دینی مدارس کی اسناد کی بنیاد پر الیکشن میں حصہ لیا ہے اور منتخب ہوئے ہیں۔ اس طرح اس وقت قومی اور صوبائی اسمبلیوں کے ۲۰۰ سے زائد ارکان اس فیصلے کی زد میں آنے کا خدشہ پیدا ہوگیا تھا۔[۴۹]

پاکستان میں حکومت اور اعلیٰ اداروں کی جانب سے دینی مدارس اور ان کے فضلاء کی اسناد کے ساتھ روا رکھا جانے والا یہ سلوک دینی مدارس کو قومی دھارے میں لانے کی کوششوں سے قطعی مطابقت نہیں رکھتا۔

## مراجع وحواشی


(۱) Kaisar Bangali, History Of Educational Policy And Planning In Pakistan, Pg 1, The Sustainable Development Policy Institute Islamabad 1999

(۲) Proceeding Of The Pakistan Educational Conference Held At Karachi From 27th November To 1st December 1947, Pg 5, Ministry Of Interior (Education Division), Karachi.

(۳) مقبول جان، اوریا، قومی نظریہ اور تعلیم کا المیہ، ماہنامہ افکار معلم لاہور ج ۲۶ شمارہ ۳ مارچ ۲۰۱۳ء ص ۱۱-۹

(۴) نیازی، ڈاکٹر لیاقت علی خان، پاکستان کے لیے مثالی نظام تعلیم کی تشکیل، ص ۱۱۰-۱۰۹، سنگ میل پبلی کیشنز لاہور ۲۰۰۲ء

(۵) بیگ، ارشد احمد، تعلیم اور اس کے مباحث ص ۵۶، رفاہ سنٹر آف اسلامک بزنس رفاہ انٹرنیشنل یونیورسٹی اسلام آباد ۲۰۱۱ء

(۶) عثمانی، مفتی محمد تقی، ہمارا تعلیمی نظام، ص ۱۵، مکتبہ دارالعلوم کراچی طبع جدید ۲۰۰۲ء

(۷) خالد، پروفیسر سلیم منصور، قومی تعلیمی پالیسی ۲۰۰۲-۱۹۹۲ء ایک جائزہ ص ۵۳-۵۲، آئی پی ایس اسلام آباد ۱۹۹۴ء

(۸) عثمانی، مفتی محمد تقی، ہمارا تعلیمی نظام، ص ۳۰-۲۸، ۴۱، مکتبہ دارالعلوم کراچی طبع جدید ۲۰۰۲ء

(۹) گوراہا، ڈاکٹر مشتاق احمد، تناظرات تعلیم ص ۲۵-۲۱، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد ۲۰۱۲ء

(۱۰) بیگ، ارشد احمد، تعلیم اور اس کے مباحث ص ۵۷

(۱۱) بھٹو، ذوالفقار علی، (وزیر اعظم پاکستان)، پاکستان کی نئی تعلیمی پالیسی، برگ گل تعلیمی پالیسی نمبر مجلہ گورنمنٹ اردو کالج کراچی ۱۹۷۵-۱۹۷۴ء ص ۳۴-۳۳

(۱۲) بیگ، ارشد احمد، تعلیم اور اس کے مباحث ص ۵۷

(۱۳) خالد، پروفیسر سلیم منصور، قومی تعلیمی پالیسی ۲۰۰۲-۱۹۹۲ء ایک جائزہ ص ۵۳/امین، ڈاکٹر محمد، ہمارا تعلیمی بحران اور اس کا حل، ص ۳۸-۳۷، تحریک اصلاح تعلیم بیت الحکمت لاہور ۲۰۰۵ء

(۱۴) قومی کمیٹی برائے دینی مدارس پاکستان ۱۹۷۹ء وزارت مذہبی امور حکومت پاکستان اسلام آباد، رپورٹ قومی کمیٹی ص ۱۱۶-۱۱۳

(۱۵) امین، ڈاکٹر محمد، ہمارا تعلیمی بحران اور اس کا حل، ص ۳۸

(۱۶) خالد، پروفیسر سلیم منصور، قومی تعلیمی پالیسی ۲۰۰۲-۱۹۹۲ء ایک جائزہ ص ۳۶-۳۵

(۱۷) الراشدی، ابوعمار زاہد، دینی مدارس کا نصاب و نظام، ص ۸۶-۸۵ الشریعہ اکادمی گوجرانوالہ اشاعت اول ۲۰۰۷ء

(۱۸) بیگ، ارشد احمد، تعلیم اور اس کے مباحث ص ۵۸-۵۷

(۱۹) گوراہا، ڈاکٹر مشتاق احمد، تناظرات تعلیم ص ۴۷-۴۶

(۲۰) Kees Van Den Bosch, Lins, Islamic Education in Pakistan (Introducing Government Approved Subjects) Report 2008-2 ,pg:17.

(۲۱) رحمان، ڈاکٹر خالد، اے ڈی میکن، پاکستان میں دینی تعلیم منظر، پس منظر و پیش منظر ص ۳۰۳ آئی پی ایس اسلام آباد ۲۰۰۹ء

(۲۲) عثمانی، مفتی محمد تقی، ہمارا تعلیمی نظام، ص ۵۵-۱۵

(۲۳) قومی کمیٹی برائے دینی مدارس پاکستان ۱۹۷۹ء وزارت مذہبی امور حکومت پاکستان اسلام آباد، رپورٹ قومی کمیٹی ص ۹-۴

(۲۴) A Mahim Karim, Islamic Education in Bangladesh and Pakistan, Trends in Tertiary Institutions, pg 5 MBR(The National Bureau of Asian Research)Project Report April 2009.

(۲۵) Report On Registrations Of Dini Madaris, Updated As On 31st March 2012, Ministry Of Religious Government Of Pakistan.

(۲۶) خالد، پروفیسر سلیم منصور، دینی مدارس میں تعلیم، کیفیت مسائل اور امکانات، ص ۲۵۵ آئی پی ایس اسلام آباد ۲۰۰۲ء

(۲۷) غازی، انور، دہشت گردی کے اڈے یا خیر کے مراکز ص ۱۱۰، الحجاز پبلشرز کراچی

(۲۸) خالد، پروفیسر سلیم منصور، دینی مدارس میں تعلیم، کیفیت مسائل اور امکانات، ص ۲۵۵-۲۵۴

(۲۹) رحمان، ڈاکٹر خالد، اے ڈی میکن، پاکستان میں دینی تعلیم منظر، پس منظر و پیش منظر ص ۱۸-۱۷

(۳۰) قومی کمیٹی برائے دینی مدارس پاکستان ۱۹۷۹ء وزارت مذہبی امور حکومت پاکستان اسلام آباد، رپورٹ قومی کمیٹی ص ۸۹

(۳۱) رحمان، ڈاکٹر خالد، دینی مدارس، تبدیلی کے رجحانات ص ۲۴۱-۲۳۱، آئی پی ایس اسلام آباد ۲۰۰۸ء

(۳۲) رحمان، ڈاکٹر خالد، اے ڈی میکن، پاکستان میں دینی تعلیم منظر، پس منظر و پیش منظر ص ۳۱-۲۹

(۳۳) Kees Van Den Bosch, Lins, Islamic Education in Pakistan (Introducing Government Approved Subjects) Report 2008-2 ,pg:17.

(۳۴) الراشدی، ابوعمار زاہد، دینی مدارس کا نصاب و نظام، ص ۱۳۸-۱۳۷

(۳۵) خالد، پروفیسر سلیم منصور، دینی مدارس میں تعلیم، کیفیت مسائل اور امکانات، ص ۳۱۶

(۳۶) رحمان، ڈاکٹر خالد، دینی مدارس، تبدیلی کے رجحانات ص ۲۳-۲۲

(۳۷) غازی، انور، دہشت گردی کے اڈے یا خیر کے مراکز ص ۱۱۰

(۳۸) رحمان، ڈاکٹر خالد، اے ڈی میکن، پاکستان میں دینی تعلیم منظر، پس منظر و پیش منظر ص ۲۵، ۲۰

(۳۹) عثمانی، مفتی محمد تقی، ہمارا تعلیمی نظام، ص ۲۹

(۴۰) قومی کمیٹی برائے دینی مدارس پاکستان ۱۹۷۹ء وزارت مذہبی امور حکومت پاکستان اسلام آباد، رپورٹ قومی کمیٹی ص ۸۱-۶۷

(۴۱) Kees Van Den Bosch, Lins, Islamic Education in Pakistan (Introducing Government Approved Subjects) Report 2008-2 ,pg:18-19

(۴۲) غازی، انور، دہشتگردی کے اڈے یا خیر کے مراکز ص ۷۳۔۷۴

(۴۳) A Mahim Karim, Islamic Education in Bangladesh and Pakistan, Trends in Tertiary Institutions, pg 5 MBR(The National Bureau of Asian Research)Project Report April 2009.

(۴۴) غازی، انور، دہشت گردی کے اڈے یا خیر کے مراکز ص ۱۱۰

(۴۵) الراشدی، ابوعمار زاہد، دینی مدارس کا نصاب و نظام، ص ۱۰۳

(۴۶) قومی کمیٹی برائے دینی مدارس پاکستان ۱۹۷۹ء وزارت مذہبی امور حکومت پاکستان اسلام آباد، رپورٹ قومی کمیٹی ص ۹۸

(۴۷) خالد، پروفیسر سلیم منصور، دینی مدارس میں تعلیم، کیفیت مسائل اور امکانات، ص ۲۹۹

(۴۸) ایضاً ص ۳۰۰

(۴۹) الراشدی، ابوعمار زاہد، دینی مدارس کا نصاب و نظام، ص ۱۰۷-۱۰۳